ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.1 (2025)

نصائح حضرت لقمان اوران کی عصری معنویت منتخب تفاسیر کی روشنی میں

HAZRAT LUQMAN'S ADVICE AND ITS CONTEMPORARY MEANING IN THE LIGHT OF SELECTED INTERPRETATIONS

Muhammad Naveed
M.Phil Scholar at Riphah International University Faisalabad Campus
Department of Islamic Studies
naveedaslam8786@gmil.com
Muhammad Ishfaq
Lecturer at Riphah International University Faisalabad Campus
Department of Islamic Studies
muhammad.ishfaq@riphahfsd.edu.pk

Abstract:
Hazrat Luqman Al-Hakim is one of the great and wise men of history who are mentioned in the Holy Quran for their wisdom, knowledge and advice. He is mentioned in Surah Luqman where his advice to his son is described. The focus of these advices is to create an ideal personality and society based on faith, morality and action. Hazrat Luqman's advices are based on such principles of human life that can become a source of guidance in every era. His teachings tell us how to maintain moral and social values along with spiritual development. In today's era where humanity is going through various challenges and moral crises, Hazrat Luqman's advices become even more prominent in terms of their meaning and importance. His philosophy of life provides a complete guidance through which we can not only improve our personal lives but also collectively create an ideal society. This topic provides us with an opportunity to connect the teachings of the Holy Quran with the current circumstances and improve our lives through them.

تعارف موضوع:

حضرت لقمان حکیم کا شمار تاریخ کے ان عظیم اور حکیم انسانوں میں ہوتا ہے جنہیں ان کی حکمت، دانائی، اور نصیحت آموز باتوں کی بنا پر قرآن مجید میں ذکر کیا گیا۔ ان کا ذکر سورہ لقمان میں ملتا ہے، جہاں ان کی اپنے بیٹے کو دی گئی نصیحتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ان نصائح کا محور ایمان، اخلاق، اور عمل کی بنیاد پر ایک مثالی شخصیت اور معاشرہ تشکیل دینا ہے۔ حضرت لقمان کی نصیحتیں انسانی زندگی کے ان اصولوں پر مبنی ہیں جو ہر دور میں رہنمائی کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔ان کی تعلیمات ہمیں یہ بتاتی ہیں کہ روحانی ترقی کے ساتھ ساتھ اخلاقی اور سماجی قدروں کی پاسداری کس طرح کی جائے۔آج کے دور میں، جہاں انسانیت مختلف چیلنجز اور اخلاقی بحرانوں سے گزر رہی ہے، حضرت لقمان کی نصائح اپنی معنویت اور اہمیت کے لحاظ سے اور بھی زیادہ نمایاں ہو جاتی ہیں۔ان کا فلسفہ زندگی ایک مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے، جس کے ذریعے ہم نہ صرف اپنی ذاتی زندگی کو بہتر بنا سکتے ہیں بلکہ اجتماعی طور پر ایک مثالی معاشرہ تشکیل دے سکتے ہیں۔یہ موضوع ہمیں قرآن مجید کی تعلیمات کو عصری حالات سے جوڑنے اور ان کے ذریعے اپنی زندگیوں کو سنوارنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔

نصیحت کا لفظ عام طور پر بھلائی کی بات بتانے اور نیک مشورے کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔یعنی کہ جس شخص کو نصیحت کی جارہی ہو، اس کی مکمل بھلائی اور خیر خواہی کے ارادے کو لفظ نصیحت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔قرآن وسنت رسول اللہ ﷺ میں کثیر تعداد میں ہر طبقہ انسانیت کے لیے نصائح اور اس کا طریقہ کار موجود ہے اور اچھے انداز میں نصیحت کا تذکرہ اور اس کے ثمرات ونتائج تک قرآن مجید میں مذکور ہیں۔

ہر نبی نے اپنی قوم کو اللہ کے حکم سے نصیحتیں کی ہیں۔ہر ایک کے لیے نصیحت کرنے کا انداز مختلف ہوتا ہے بعض اوقات جس کو نصیحت کی جائے اور صرف ایک بار میں سمجھ جاتا ہے اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جتنی مرضی نصیحتیں کی جائیں اگلا بندہ ضد میں آجاتا ہے۔اور بات ماننے سے انکار کر دیتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو ارشاد فرمایا کہ اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلائیے۔تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ نصیحت کرنے والا اچھے اخلاق کا مالک ہو اور جس چیز کی نصیحت کر رہا ہے اس پر خود عمل کرتا ہو۔

نصیحت کا معنی ومفہوم:

نصیحت عربی زبان میں لفظ "نَصَحَ یَنْصَحُ نُصْحًا و نَصَاحَۃً وَنَصَاحِیَۃً" اسم مصدر ہے۔ عربی لغت میں اس کے متعدد استعمالات ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

1۔ جب کوئی چیز دیگر آسائشوں سے پاک صاف اور خالص ہو جائے تو کہتے ہیں: "نصح الشئی خلص فقد نصح" کوئی بھی چیز خالص ہو جائے تو اسے نصح سے تعبیر کرتے ہیں۔[1]

2۔ درزی جب کپڑے کی سلائی کرے تو کہتے ہیں: "نصح الثوب"[2]

اصطلاحی مفہوم میں وسعت:

امام خطابی نے لفظ نصیحت کی جامعیت، وسعت اور گہرائی کے پیش نظر لکھا ہے کہ اس کلمہ جامعہ کے تمام مفاہیم کو ایک لفظ وعبارت میں سمیٹنا مشکل ہے۔ امام موصوف نے اس کی تعریف یہ کی ہے:

"حیازۃ الحظ اللمنصوح لہ"[3]

"منصوح لہ (جس کو نصیحت کی جارہی ہو) کے لیے خیر اور بہتری سمیٹنا نصیحت ہے۔"

امام جرجانی نے اس کی یوں تعریف کی ہے:

"النصیحۃ: ھی الدعاء الی مافیہ الصلاح، والنھی عما فیہ الفساد"[4]

"کسی کو بہتری کی طرف بلانا اور خرابی سے روکنا نصیحت کہلاتا ہے۔"

اس لفظ میں چھپے مفاہیم ومعانی کو دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ نصیحت کا حقیقی سرچشمہ خود ذات باری تعالیٰ ہے۔ اس کی نازل کردہ تمام آسمانی کتب اور اس ذات بابرکات کے اتارے ہوئے صحائف درحقیقت اس کی طرف سے اپنے بندوں کے نام پیام نصیحت ہے۔

توحید اور شرک سے متعلق نصائح منتخب تفاسیر کی روشنی میں

"خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ"[5]

"اُس نے آسمان بنائے بے ایسے ستونوں کے جو تمہیں نظر آئیں اور زمین میں ڈالے لنگر کہ تمہیں لے کر نہ کانپے اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہم نے آسمان سے پانی اُتارا تو زمین میں ہر نفیس جوڑا اگایا۔"

تبیان القرآن از علامہ غلام رسول سعیدی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت اور توحید پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ اس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے پیدا فرمایا ہے، آسمانوں کی کیفیت میں علماء کا اختلاف ہے، بعض علمانے کہا آسمان صفحہ قرطاس کی طرح چپٹے ہیں جیسے کوئی ہموار سطح ہو' اور اکثر علماء نے کہا آسمان گول ہیں یہ آسمان جو ہمیں نظر آرہا ہے یہ زمین پر محیط ہے اور اس پر دوسرا آسمان جو اس کو محیط ہے علی ہذا القیاس سات آسمان ہیں اور ہر اوپر والا آسمان نچلے آسمان کو محیط ہے جیسے پیاز کے چھلکے ایک دوسرے کو محیط ہوتے ہیں، لیکن پیاز

---

1 ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار المعارف، القاہرہ، 1290، ج6، ص616

2 النووی، یحییٰ بن شرف، النووی علی صحیح مسلم، بیت الافکار دولیہ، ج2، ص37

3 ایضاً

4 جرجانی، علی بن محمد، التعریفات، دار الدیان اللتراث، ص241

5 لقمان: 10

کے چھلکے ایک دوسرے کے ساتھ چپکے ہوئے ہوتے ہیں اور ساتوں آسمان ایک دوسرے سے منفصل ہیں۔[1]

اس کے بعد فرمایا: اور زمین میں مضبوط پہاڑوں کو نصب کر دیا تاکہ وہ تمہیں لرزا نہ سکے۔ یعنی زمین کو بھی اپنے مدار پر قائم رکھا ہے اور وہ بھی دیگر سیاروں کی طرف اپنے مدار پر گردش کر رہی ہے اور فرمایا: اور اس زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے۔[2]

تدبر قرآن از مولانا امین احسن اصلاحی اس آیت کے تحت رقمطراز لکھتے ہیں:

یہ اس کائنات کے ان دلائل و شواہد کی طرف توجہ دلائی ہے جن پر ایک نظر ڈال کر ایک متوسط درجہ کی عقل کا آدمی بھی، یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہے کہ اس کائنات کا خالق عزیز یعنی ہر چیز پر غالب و مقتدر بھی ہے اور اس کے ہر کام میں اس کی قدرت کے ساتھ اس کی بے پایاں حکمت بھی نمایاں ہے۔ فرمایا کہ یہ اسی کی قدرت و حکمت ہے کہ اس نے آسمانوں کی یہ عظیم چھت ایسے ستونوں کے بغیر ہی کھڑی کر دی جو تمہیں نظر آئیں اور ساتھ ہی زمین میں پہاڑ لنگر انداز کر دیے کہ یہ کہیں تمہارے ساتھ لڑھک نہ جائے۔ پھر اس چھت کے نیچے اور اس زمین کے اوپر بیشمار قسم کے جاندار پھیلا دیے اور ان کی پرورش کے لیے آسمان سے پانی برسایا اور اس پانی سے ہر قسم کی فیض بخش چیزیں اگائیں۔[3]

تفہیم القرآن از مودودی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

اصل الفاظ ہیں بِغَیْرِ عَمَدٍتَرَوْ نَھَا۔ اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ "تم خود دیکھ رہے ہو کہ وہ بغیر ستونوں کے قائم ہیں۔" دوسرا مطلب یہ کہ "وہ ایسے ستونوں پر قائم ہیں جو تم کو نظر نہیں آتے"۔ ابن عباسؓ اور مجاہد نے دوسرا مطلب لیا ہے اور بہت سے دوسرے مفسّرین پہلا مطلب لیتے ہیں۔ موجودہ زمانے کے علوم طبیعی کے لحاظ سے اگر اس کا مفہوم بیان کیا جائے تو یہ کہا جا سکتا تمام عالم افلاک میں یہ بے حد واحسان عظیم الشان تارے اور سیّارے اپنے اپنے مقام و مدار پر غیر مرئی سہاروں سے قائم کئے گئے ہیں۔ کوئی تار نہیں ہیں جنھوں نے ان کو ایک دوسرے سے باندھ رکھا ہو۔ کوئی سلاخیں نہیں ہیں جو ان کو ایک دوسرے پر گر جانے سے روک رہی ہوں۔ صرف قانونِ جذب و کشش ہے جو اس نظام کو تھامے ہوئے ہے۔ یہ تعبیر ہمارے آج کے علم کے لحاظ سے ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کل ہمارے علم میں کچھ اور اضافہ ہو اور اس سے زیادہ لگتی ہوئی کوئی دوسری تعبیر اس حقیقت کی کی جاسکے۔[4]

شرک:

"وَاِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يَا بُنَىَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۖ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ"[5]

"اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا اے میرے پیارے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا' بیشک شرک کرنا ضرور سب سے بڑا ظلم ہے۔"

تبیان القرآن از علامہ غلام رسول سعیدی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: اے میرے پیارے بیٹے! اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا' بیشک شرک کرنا ضرور سب سے بڑا ظلم ہے اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا' اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اس کو پیٹ میں رکھا' اور اس کا دودھ چھڑانا دو برس میں ہے (اور یہ کہ تو میرا شکر ادا کر و اور اپنے والدین کا (تو نے) میری ہی طرف لوٹنا ہے۔[6]

---

1 سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، مکتبہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 2015ء، ج 9، ص 237۔

2 سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، ج 9، ص 238۔

3 امین احسن اصلاحی، مولانا، تدبر قرآن، اران فاؤنڈیشن، لاہور، 2009ء، ج 6، ص 124

4 مودودی، سید ابوالاعلی، مولانا، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، س ن، ج 4، ص 11

5 لقمان: 34

6 سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، ج 9، ص 243

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.1 (2025)

''اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِیۡمٌ''[1]

''بیشک شرک ضرور سب سے بڑا ظلم ہے۔''

تدبر قرآن از مولانا امین احسن اصلاحی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

جس طرح حکمت کا اولین ثمر اللہ تعالی کی شکر گزاری ہے اسی طرح شکر کی اصل روح شرک سے اجتناب ہے۔ بندے کو تمام نعمتیں اللہ تعالی ہی سے ملتی ہیں اس وجہ سے جس طرح اس پر اللہ تعالی کا شکر واجب ہے اسی طرح یہ بھی واجب ہے کہ وہ اللہ کی بخشی ہوئی نعمتوں کو دوسروں کی طرف منسوب کرے۔ دوسروں سے اگر بندے کو کوئی نفع پہنچتا ہے تو وہ اللہ ہی کے حکم سے پہنچتا ہے اس وجہ سے شکر کا اصل سزاوار اللہ ہی ہے۔ دوسروں کا حق اللہ تعالی کے حق کے تحت ہے۔ اللہ کا حق سب سے بڑا ہے اگر کوئی شخص خدا کے حق میں دوسروں کو شریک کرتا ہے تو وہ سب سے بڑے حق کو تلف کرنے والا بنتا ہے جو ایک ظلم عظیم ہے۔[2]

تفہیم القرآن از مولانا مودودی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

شرک کی تردید میں ایک پُر زور عقلی دلیل پیش کرنے کے بعد اب عرب کے لوگوں کو یہ بتایا جارہا ہے کہ یہ معقول بات آج کوئی پہلی مرتبہ تمہارے سامنے پیش نہیں کی جارہی ہے بلکہ پہلے بھی عاقل و دانا لوگ یہی بات کہتے رہے ہیں اور تمہارا اپنا مشہور حکیم، لقمان اب سے بہت پہلے یہی کچھ کہہ گیا ہے۔ اس لئے تم محمد ﷺ کی اس دعوت کے جواب میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ اگر شرک کوئی نامعقول عقیدہ ہے تو پہلے کسی کو یہ بات کیوں نہیں سوجھی۔

لقمان کی حکیمانہ باتوں میں سے اس خاص نصیحت کو دو مناسبتوں کی بنا پر یہاں نقل کیا گیا ہے۔ اوّل یہ کہ انہوں نے یہ نصیحت اپنے بیٹے کو کی تھی اور ظاہر بات ہے کہ آدمی دنیا میں سب سے بڑھ کر اگر کسی کے حق میں مخلص ہو سکتا ہے تو وہ اس کی اپنی اولاد ہی ہے۔ ایک شخص دوسروں کو دھوکا دے سکتا ہے، ان سے منافقانہ باتیں کر سکتا ہے، لیکن اپنی اولاد کو تو ایک بُرے آدمی بُرا آدمی بھی فریب دینے کی کوشش کبھی نہیں کر سکتا۔ اس لیے لقمان کا اپنے بیٹے کو یہ نصیحت کرنا اس بات کی صریح دلیل ہے کہ ان کے نزدیک شرک فی الواقع ایک بدترین فعل تھا اور اسی بنا پر انہوں نے سب سے پہلی جس چیز کی اپنے لختِ جگر کو تلقین کی وہ یہ تھی کہ اس گمراہی سے اجتناب کرے۔ دوسری مناسبت اس حکایت کی یہ ہے کہ کفار مکہ میں سے بہت سے ماں باپ اس وقت اپنی اولاد کو دینِ شرک پر قائم رہنے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ توحید سے منہ موڑ لینے پر مجبور کر رہے تھے، جیسا کہ آگے کی آیات بتا رہی ہیں۔ اس لئے ان نادانوں کو سنایا جا رہا ہے کہ تمہاری سرزمین کے مشہور حکیم نے تو اپنی اولاد کی خیر خواہی کا حق یوں ادا کیا تھا کہ اسے شرک سے پرہیز کرنے کی نصیحت کی۔ اب تم جو اپنی اولاد کو اسی شرک پر مجبور کر رہے ہو تو یہ ان کے ساتھ بدخواہی ہے یا خیر خواہی؟[3]

والدین سے حسن سلوک کے متعلق نصائح منتخب تفاسیر کی روشنی میں

''وَوَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَیۡہِ ۚ حَمَلَتۡہُ اُمُّہٗ وَہۡنًا عَلٰی وَہۡنٍ وَّفِصٰلُہٗ فِیۡ عَامَیۡنِ اَنِ اشۡکُرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیۡکَ ؕ اِلَیَّ الۡمَصِیۡرُ''[4]

''اور ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا' اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اس کو پیٹ میں رکھا اور اس کا دودھ چھڑانا دو برس میں ہے (اور یہ کہ تو) میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا (تونے) میری ہی طرف لوٹنا ہے۔''

تبیان القرآن از علامہ غلام رسول سعیدی اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

ماں کے ساتھ زیادہ نیکی کرنے کی وجوہات:

اس سے پہلی آیت میں شرک کی ممانعت فرمائی تھی' اور عبادت کے قریب اطاعت ہے' تو بتایا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے بعد والدین کی اطاعت ہے' اور اگر والدین مشرک بھی ہوں پھر بھی ان کی خدمت اور اطاعت کی جائے گی لیکن اللہ تعالی کے احکام کی خلاف ورزی میں والدین یا کسی کی بھی اطاعت نہیں

---

1 لقمان:13

2 امین احسن اصلاحی، مولانا، تدبر قرآن، ج6، ص128

3 مودودی، سید ابوالاعلی، مولانا، تفہیم القرآن، ج4، ص15

4 لقمان:14

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.1 (2025)

کی جائے گی اس وقت ان کے احکام کی خلاف ورزی کرنا واجب ہے۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میں نے جہاد کی خواہش رکھتا ہوں لیکن اس پر قدرت نہیں رکھتا، آپ نے پوچھا کیا تمہارے والدین میں سے کوئی ایک زندہ ہے؟ اس نے کہا میری ماں زندہ ہے! آپ نے فرمایا تم ماں کے ساتھ نیکی کرو یہی اللہ کی راہ میں قتال ہے، جب تم یہ کرلو گے حج کرنے والے، عمرہ کرنے والے ہو اور جہاد کرنے والے ہو۔[1]

تدبر قرآن از مولانا امین احسن اصلاحی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ دو آیتیں لقمان کی موعظت کے بیچ میں اللہ تعالی کی طرف سے بطور تضمین ہیں۔ لقمان نے بیٹے کو خدا کی شکر گزاری کا حق ادا کرنے کی تاکید تو فرمائی لیکن اللہ تعالی جل شانہ کے حق کے پہلو بہ پہلو اپنے حق کا ذکر انہوں نے ادب کے خلاف تصور فرمایا اس وجہ سے اس کو نظر انداز کر کے قیامت کے ذکر کی طرف بڑھ گئے۔ یہ بات انہوں نے ادبا گی اور ان کی تواضع کے شایانِ شان بات یہی تھی، لیکن خدا کے حق کے بعد فطرت کی تربیت میں سب سے بڑا حق والدین کا ہے، اس وجہ سے اللہ تعالی نے لقمان کے اس چھوڑے ہوئے خلا کو اپنی طرف سے بھر دیا۔ فرمایا کہ ہم نے انسان کو اس کے والدین کے باب میں ہدایت کی۔ اس ہدایت کا ذکر عنکبوت آیت 8 میں بھی گزر چکا ہے اور سورۃ بنی اسرائیل میں بھی۔ وہاں ہم نے واضح کیا ہے کہ خدا کے حق کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم تمام انبیائے کرام اور تمام آسمانی صحیفوں نے بالاتفاق دی ہے۔ یہاں اس ہدایت کی تفصیل آگے والے ٹکڑے سے ہو گئی ہے کہ ان اشکرلی ولوالدیک (کہ میرا شکر گزار اور اپنے ماں باپ کا) یعنی اللہ تعالی نے اپنی شکر گزاری کے ساتھ انسان کو اس کے والدین کی شکر گزاری کی ہدایت فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کے اوپر خدا کے بعد سب سے بڑا حق اس کے والدین کا ہے اس لئے کہ وہی اس کے وجود میں آن اور پرورش پانے کا ذریعہ بنتے ہیں، والدین سے بڑا کسی کا حق بھی نہیں ہے، لیکن یہ حق شکر گزاری اور خدمت کا ہے نہ کہ عبادت کا۔ شکر کا مفہوم اس کے محل میں ہم واضح کر چکے ہیں اس کی اصل حقیقت ایفائے حق ہے۔ اگر یہ چیز نہ ہو تو مجرد زبان سے شکر ایک بالکل بے حقیقت چیز ہے۔[2]

تدبر قرآن از مولانا امین احسن اصلاحی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"وان جاهدك على ان تشرك بى ماليس لك به علم فلا تطعهما وصاحبهما فى الدنيا معروفا " یعنی اگر والدین اس بات کے لئے اولاد پر دباؤ ڈالیں کہ وہ کسی چیز کو بے دلیل خدا کا شریک بنائے تو یہ حق ان کو حاصل نہیں ہے، اولاد کا فرض ہے کہ اس معاملے میں ان کی اطاعت سے صاف انکار کر دے۔ شرک کے بے دلیل ہونے پر اس کتاب میں ہم جگہ جگہ بحث کر چکے ہیں۔ یہ اس کی متصل صفت ہے اس لئے کہ اب تک شرک کی تائید میں اس کے حامی کوئی دلیل پیش نہیں کر سکے، جب کہ خدا کا حال یہ ہے کہ ہر مشرک اس کو لازماً تسلیم کرتا ہے۔" وصاحبهما فى الدنيا " یعنی اگر والدین شرک اختیار کرنے کے لے زور لگائیں تو اس معاملے میں تو ان کی اطاعت نہ کی جائے لیکن جہاں تک دنیا کا معاملہ ہے اس کے اندر ان کے ساتھ حسنِ سلوک دستور کے مطابق باقی رکھا جائے۔ ان کی ضروریات حتی الامکان پوری کرنے کی کوشش کی جائے۔ ان کی ہدایت کے لئے برابر دعا بھی کی جائے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس وقت تک اپنے باپ کے لئے دعا جاری رکھی جب تک اللہ تعالی کی طرف سے آپ کو اس سے روک نہیں دیا گیا۔ کافر والدین سے بیٹے کے لئے کلی انقطاع صرف اس شکل میں صحیح ہے جب مسلم معاشرہ جماعتی حیثیت سے ان سے اور ان کی قوم سے براءت کا اعلان کر دے۔ اس کی وضاحت سورۃ برائت میں ہو چکی ہے۔[3]

تبیان القرآن از مولانا غلام رسول سعیدی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: اور اگر وہ تجھ پر یہ دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس کو شریک قرار دے جس کا تجھے علم نہیں ہے تو تو ان کی اطاعت نہ کرنا اور دنیا میں ان کے ساتھ نیک سلوک کرنا' اور اس کے طریقہ کی پیروی کرنا جس نے میری طرف رجوع کیا ہو' پھر تم سب نے میری ہی طرف لوٹنا ہے پھر میں تم کو ان کاموں کی خبر دوں گا جو تم کرتے تھے۔[4]

---

1 المعجم الاوسط، ریاض، مطبوعہ مکتبہ المعارف، 1416ھ، رقم الحدیث: 4463

2 امین احسن اصلاحی، مولانا، تدبر قرآن، ج6، ص129

3 امین احسن اصلاحی، مولانا، تدبر قرآن، ج6، ص130

4 سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، ج9، ص262

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.1 (2025)

متفرق نصائح منتخب تفاسیر کی روشنی میں:

قرآن مجید مسلمانوں کے لئے ہدایت کا سرچشمہ ہے اور اس میں زندگی کے ہر شعبے کے لئے نصیحتیں موجود ہیں۔

نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا:

"وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ يَّدۡعُوۡنَ اِلَى الۡخَيۡرِ وَيَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ‌ؕ وَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ"[1]

" اور چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو نیک کام کی طرف بلاتی رہے اور اچھے کاموں کا حکم کرتی رہے اور برے کاموں سے روکتی رہے، اور وہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔"

بیان القرآن از ڈاکٹر اسرار احمد اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

اس جماعت کے کرنے کے تین کام بتائے گئے ہیں، جن میں اولین دعوت الی الخیر ہے اور واضح رہے کہ سب سے بڑا خیر یہ قرآن ہے۔

فلاح پانے والے صرف یہ لوگ ہوں گے جو تین کام کریں گے

1. دعوت الی الخیر
2. امر بالمعروف
3. نہی عن المنکر

میں نے منہج انقلاب نبوی کے مراحل و مدارج کے ضمن میں بھی یہ بات واضح کی ہے کہ اسلامی انقلاب کے لیے آخری اقدام بھی نہی عن المنکر بالید ہوگا۔ اس لیے کہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے نہی عن المنکر کے تین مراتب بیان کیے ہیں۔ حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ"[2]

"تم میں سے جو شخص منکر (ناقابل قبول کام) دیکھے اس پر لازم ہے کہ اسے اپنے ہاتھ (قوت) سے بدل دے اور اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنے دل سے (اسے برا سمجھے اور اس کے بدلنے کی مثبت تدبیر سوچے) اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔"

اگر دل میں نفرت بھی ختم ہوگئی ہے تو سمجھ لو کہ متاع ایمان رخصت ہوگئی ہے۔

ہاں دل میں نفرت ہے تو اگلا قدم اٹھاؤ۔ زبان سے کہنا شروع کرو کہ بھائی یہ چیز غلط ہے اللہ نے اس کو حرام ٹھہرایا ہے یہ کام مت کرو۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اپنی ایک طاقت بناتے جاؤ۔ ایک جماعت بناؤ قوت مجتمع کرو۔ جب وہ طاقت جمع ہو جائے تو پھر کھڑے ہو جاؤ کہ اب ہم یہ غلط کام نہیں کرنے دیں گے۔ پھر وہ ہوگا نہی عن المنکر بالید یعنی طاقت کے ساتھ برائی کو روک دینا۔ اور یہ ہوگا انقلاب کا آخری مرحلہ۔ تو ان تین آیات کے اندر عظیم ہدایت ہے انقلاب کا پورا لائحہ عمل موجود ہے بلکہ اس میں منہج انقلاب نبوی کا جو آخری اقدامی عمل ہے وہ بھی پوشیدہ ہے۔[3]

صبر کی تلقین:

"وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَىۡءٍ مِّنَ الۡخَـوۡفِ وَالۡجُـوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ‌ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيۡنَ"[4]

"اور ہم تمہیں کچھ خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے ضرور آزمائیں گے، اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے

1-سورہ آل عمران، 104۔

2 مسلم، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام، س ن، رقم الحدیث: 177

3 اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، خدام القرآن پاکستان، 2008ء، ج2، ص 61

4 سورۃ البقرہ: 155

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.1 (2025)

دو۔“

بیان القرآن از ڈاکٹر اسرار احمد اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

دیکھو جس راہ میں تم نے قدم رکھا ہے یہاں اب آزمائشیں آئیں گی، تکلیفیں آئیں گی۔ رشتہ دار ناراض ہوں گئے شوہر اور بیوی کے درمیان تفریق ہو گی اولاد والدین سے جدا ہو گی، فساد ہو گا فتور ہو گا تصادم ہو گا جان ومال کا نقصان ہو گا۔ ہم خوف کی کیفیت سے بھی تمہاری آزمائش کریں گے اور بھوک سے بھی۔ چنانچہ صحابہ کرام نے کیسی کیسی سختیاں جھیلیں اور کئی کئی روز کے فاقے برداشت کیے۔ غزوہ احزاب میں کیا حالات پیش آئے ہیں! اس کے بعد جیش العسرۃ (غزوہ تبوک) میں کیا کچھ ہوا ہے! وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ”اور مالوں اور جانوں اور ثمرات کے نقصان سے۔“

سورہ بقرہ کی اس آیت میں اللہ تعالی نے انسانوں کو ان آزمائشوں کے بارے میں بتایا ہے جن سے وہ ضرور گزریں گے۔ ان میں خوف، بھوک، مال و جان کا نقصان، اور فصلوں کی کمی شامل ہیں۔ اس آیت میں صبر کی عظمت بیان کی گئی ہے اور یہ کہ صابرین کے لیے خوشخبری ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد اس آیت کی وضاحت میں فرماتے ہیں کہ یہ آزمائشیں انسان کی زندگی کا حصہ ہیں اور ان کا مقصد ایمان کو مضبوط کرنا اور انسان کو اس کے اصل مقصدِ حیات سے آگاہ کرنا ہے۔ اور اس آیت میں صبر کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے کہ کیسے ایک مومن کو صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور اللہ پر توکل رکھنا چاہیے۔ یہ صبر انسان کو روحانی بلندیوں پر لے جاتا ہے اور اللہ کے قریب کرتا ہے۔[1]

سچائی کی پیروی:

”وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ“[2]

”ترجمہ باطل کا رنگ چڑھا کر حق کو مشتبہ نہ بناو اور نہ جانتے بوجھتے حق کو چھپانے کی کوشش کرو۔“

تفہیم القرآن از مودودی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت کو سمجھنے کے لیے یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ اہلِ عرب بالعموم ناخواندہ لوگ تھے اور ان کے مقابلے میں یہودیوں کے اندر ویسے بھی تعلیم کا چرچا زیادہ تھا، اور انفرادی طور پر ان میں ایسے ایسے جلیل القدر عالم پائے جاتے تھے جن کی شہرت عرب کے باہر تک پہنچی ہوئی تھی۔ اس وجہ سے عربوں پر یہودیوں کا علمی رُعب بہت زیادہ تھا۔

یہ آیت ان لوگوں کو خطاب کرتی ہے جو جان بوجھ کر حق کو باطل میں ملا کر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ سید مودودیؒ اس کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ یہاں اہلِ کتاب کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ حق بات کو جھوٹ کے ساتھ نہ ملائیں اور نہ ہی حق کو چھپائیں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو سچائی سے روکا نہ جائے اور اللہ کی طرف سے جو ہدایت نازل کی گئی ہے، اسے اپنے فائدے کے لیے توڑ مروڑ کر پیش نہ کریں۔

مودودی صاحب مزید وضاحت کرتے ہیں کہ یہ طریقہ اختیار کرنے کا سبب عام طور پر دنیاوی مفادات یا اپنی برتری قائم رکھنا ہوتا ہے۔ لہٰذا قرآن نے اس رویے کی مذمت کرتے ہوئے لوگوں کو صاف اور سیدھی بات کہنے کی ہدایت دی ہے تاکہ معاشرت میں عدل و انصاف کا نظام قائم رہے اور لوگ اللہ کی سچی ہدایت پر عمل کر سکیں۔[3]

عدل وانصاف:

”اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا“[4]

”مسلمانو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو، اللہ تم نہایت

---

1 اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، ج 1، ص 225

2 البقرہ: 42

3 مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن ج 1، ص 73

4 سورۃ النساء: 58

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.1 (2025)

عمدہ نصیحت کرتا ہے اور یقیناً اللہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔"

تفہیم القرآن از مودودی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی تم ان برائیوں سے بچے رہنا جن میں بنی اسرائیل مبتلا ہو گئے ہیں۔ بنی اسرائیل کی بنیادی غلطیوں میں سے ایک یہ تھی کہ انھوں نے اپنے انحطاط کے زمانے میں امانتیں، یعنی ذمہ داری کے منصب اور مذہبی پیشوائی اور قومی سرداری کے مرتبے (positions of trust) ایسے لوگوں کو دینے شروع کر دیے جو نااہل کم ظرف، بداخلاق، بددیانت اور بدکار تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بڑے لوگوں کی قیادت میں ساری قوم خراب ہوتی چلی گئی۔ مسلمانوں کو ہدایت کی جارہی ہے کہ تم ایسا نہ کرنا، بلکہ امانتیں ان لوگوں کے سپرد کرنا جو ان کے اہل ہوں، یعنی جن میں بارِ امانت اُٹھانے کی صلاحیت ہو۔ بنی اسرائیل کی دوسری بڑی کمزوری یہ تھی کہ وہ انصاف کی روح سے خالی ہو گئے تھے۔ وہ شخصی اور قومی اغراض کے لیے بے تکلف ایمان نگل جاتے تھے۔ صریح ہٹ دھرمی برت جاتے تھے۔ انصاف کے گلے پر چھری پھیرنے میں انھیں ذرا تامل نہ ہوتا تھا۔ ان کی بے انصافی کا تلخ ترین تجربہ اس زمانے میں خود مسلمانوں کو ہو رہا تھا۔۔۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس بے انصافی پر تنبیہ کرنے کے بعد اب مسلمانوں کو ہدایت کرتا ہے کہ تم کہیں ایسے بے انصاف نہ بن جانا۔ خواہ کسی سے دوستی ہو یا دشمنی، بہر حال بات جب کہو، انصاف کی کہو اور فیصلہ جب کرو، عدل کے ساتھ کرو۔[1]

اس آیت کی تفسیر میں سید مودودیؒ نے بتایا کہ یہ آیت معاشرتی اور حکومتی انصاف، امانت داری اور دیانت داری کے اعلیٰ اصولوں پر زور دیتی ہے۔ اسلامی ریاست اور معاشرت کا بنیادی اصول یہی ہے کہ امانتیں دیانت داری سے دی جائیں اور انصاف کا ہر صورت میں قیام کیا جائے۔

حسد اور بغض سے بچنا:

"وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۚ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ۖ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۚ وَاسْأَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا"[2]

"جس چیز میں اللہ نے ایک کو دوسرے پر ترجیح دی ہے اس کی تمنّا نہ کرو، مردوں کو حصہ ملے گا اس میں سے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کو حصہ ملے گا اس میں سے جو انہوں نے کمایا اور اللہ سے اس کے فضل میں سے حصہ مانگو۔ بیشک اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔"

تدبر قرآن از امین احسن اصلاحی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

تنافس کا اصلی میدان اکتسابی صفات کا میدان ہے:۔ معاشرے میں بیشمار کشمکشیں اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ لوگ اس بات سے واقف ہوتے کہ کون سا میدان قسمت آزمائی اور جدوجہد کا ہے اور کون سا نہیں ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غلط ارمان اور ایک اندھا بہرا حوصلہ لوگوں کو ایسے میدانوں میں ڈال دیتا ہے جن میں آدمی کی ساری جدوجہد اور اس کی تمام قابلیت وصلاحیت ایک لاحاصل تصادم اور بے فائدہ تنازع کی نذر ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو ان کی خلقی صفات کے لحاظ سے بعض لوگوں پر ترجیح دی ہے۔ مثلاً بعض کو خوب صورت پیدا کیا، بعض کو بد صورت، بعض کو سلیم الاعضا پیدا کیا بعض کو ناقص الاعضاء بعض کو امیر گھرانوں میں پیدا کیا بعض کو غریب گھرانوں میں۔ ظاہر ہے کہ یہ چیزیں خلقی ہیں۔ ان میں مقابلے اور تنافس کی الگ ڈاٹ تلخی اور ناگواری کے سوا اور کچھ نہیں دے سکتی۔ اسی طرح کسی کو مرد بنایا، کسی کو عورت یہ چیز بھی خلقی ہے۔ اگر عورت مرد بننے کی کوشش کرے یا مرد، عورت، تو یہ بھی نری حماقت ہے۔ علی ہذا القیاس خدا نے اپنے قانون میں ہر ایک کے لیے حدود و حقوق معین کر دیے ہیں۔ یہ حقوق وحدود فطرت اور حکمت پر مبنی ہیں۔ اگر مساوات طلبی کے غلط ہوش میں ان حقوق اور حدود کو لانگنے کی کوشش کی جائے، عورت چاہے کہ مجھے مرد کے برابر حصہ ملے، اقربا چاہیں کہ سب کا ایک ہی درجہ قرار پائے تو یہ بھی فطرت اور خدا کی حکمت سے جنگ ہے جس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں نکل سکتا کہ سارا نظام تلپٹ ہو کر رہ جائے۔[3]

نصائح حضرت لقمان کی عصری معنویت:

نوجوان آج کے باغ و بہار اور مستقبل کا قیمتی اثاثہ ہیں۔ 'نوجوان' ایسی نسل ہے جس کی ہر دور میں قدر و قیمت رہی ہے۔ ان کی تعلیمی یا تربیتی عمل میں کہیں ذرا سی

---

1 مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن ج 1، ص 363

2 النساء: 32

3 امین احسن اصلاحی، تدبر القرآن، ج 2، ص 288

بھی کمی واقع ہو تو معاشرہ اضطراب کی کیفیت کا شکار ہو جاتا ہے۔آج کا معاشرہ بھی کچھ اسی طرح کی صورتحال میں اُلجھا ہوا ہے۔ جرائم کی اکثریت، معاشرتی بگاڑ، لادینیت کی اندھی تقلید، بدامنی، قتل وفساد اور ہر طرف بے سکونی کی فضا چھائی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ان مسلمان نوجوانوں کی گمراہی اور بے راہ روی کی بنیادی وجہ دینِ اسلام سے دوری ہے۔اسلامی تہذیب وتمدن کو روندتے ہوئے یہ نوجوان آج خود کو دنیا کی تیز رفتار ترقی اور اس جہانِ فانی میں کامیابی کے حصول کے خواہش مند دکھائی دیتے ہیں مگر در حقیقت یہ نوجوان طبقہ گمراہی کے دہانے پر کھڑا ہے۔ یہ صورتحال مزید سنگینی اختیار کرتی جارہی ہے۔ غیر اسلامی رسومات، ذرائع ابلاغ کا بڑھتا ہوا منفی رجحان اور دشمنانِ دین کے اوچھے ہتھکنڈوں نے اُمّتِ مسلمہ کے ان نوجوان طبقہ کے فکروسوچ کو بڑی حد تک متاثر کیا ہے اور یوں یہ طبقہ گمراہی میں زیادہ مبتلا نظر آتا ہے۔

اسلام جو ہمہ گیر مذہب ہے،انسانی زندگی کے ہر پہلو کے لیے اُصول مرتب کرتا ہے۔اسلام نے بچوں کی تعلیم وتربیت، فطرت سلیمہ کی تبدیلی اور امن سے انحراف کا پہلا ذمہ دار ماں باپ کو قرار دیا ہے۔

نوجوانی میں کسی کام کو کرنے کا جذبہ، ولولہ، کسی معاملے کو عروج تک پہنچانے کی جراءت اور کسی حادثے سے مقابلہ کرنے کی عظیم قوت پائی جاتی ہے۔ علم النفس کے ماہرین کا کہنا ہے کہ نوجوانی کا یہ عرصہ اس قدر نازک ہوتا ہے کہ اسے جو راہ مل جائے، وہ اسے اپنا لیتا ہے۔ قرآن مجید کی ایک لمبی چوڑی سورت (سورۃ یوسف) ایک صالح نوجوان کی عصمت وعفت اور ہمت وجرات کی مثال قائم کرتی ہے جس نے پاکیزگی وعفت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور پاک دامنی کا راستہ ہی اختیار کیا۔نوجوانی کے اس سنہرے دور کی قدر وقیمت نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے واضح ہو جاتی ہے۔ عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

''اِغْتَنِمْ خمساً قَبْلَ خمسٍ، شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَ صِحَتَكَ قَبْلَ سُقمِكَ وَ غِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَ فَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَ حَيٰوتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ''[1]

''پانچ چیزوں سے پہلے پانچ چیزوں کو غنیمت شمار کرو! اپنی جوانی کو اپنے بڑھاپے سے پہلے، اپنی صحت کو اپنی بیماری سے پہلے، اپنی مالداری کو اپنی تنگدستی سے پہلے، اپنی فراغت کو اپنی مشغولیت سے پہلے اور اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے۔''

بے حسی اور غفلت میں گھرے اِن نوجوانوں کو گمراہی کی دلدل سے نکالنا بے حد ضروری ہے۔اللہ تعالی نے ہدایت کی کتاب قرآنِ مجید میں صراط مستقیم پر چلنے کی راہ دکھائی۔ جن میں قرآن مجید نے حضرت لقمان کی ان نصیحتوں کو نقل کیا، جو اُنھوں نے اپنے بیٹے کو کی تھیں۔اُنھوں نے اپنی نصیحت کا آغاز توحید سے کیا اور اسے چند اخلاقی امور پر ختم کیا ہے، جن کو سات بنیادی نکات سے واضح کیا جا سکتا ہے:

توحید کی تعلیم:

اسلام کی سب سے پہلی اور اہم ترین تعلیم 'توحید' ہے۔یہی چیز مسلم اور مشرک کے مابین تفریق قائم کرتی ہے۔اس کا انکار کرنے والا مشرک بن جاتا ہے، جس کے لیے دنیا وآخرت میں ذلّت ورسوائی ہے۔اس لیے حضرت لقمان نے سب سے پہلے اپنے نوجوان بیٹے کو شرک سے روکا۔کیونکہ شرک سے ایک خدا کی طرف بغاوت اور اس کی ہستی کا انکار لازم آتا ہے اور دوسری طرف شرک کرنے والا خود اپنی پیشانی اپنے جیسے یا اپنی سے کمتر مخلوقات کے سامنے جھکا کر ذلیل وخوار کرتا ہے:

''وَاِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۖ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ''[2]

''اے میرے پیارے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔''

نوجوانِ دین کے لیے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا یہ بیان نہایت سبق آموز ہے:

''توحید سب سے بڑا علم ہے۔تم جس قدر تحقیق اور جستجو کروگے، تم کو یہی معلوم ہوگا کہ یہی علم کا سرا بھی ہے اور علم کی آخری حد بھی۔ طبعیات، کیمیا، ہیئت، ریاضیات، حیاتیات، حیوانات اور انسانیت غرض کائنات کی حقیقتوں کا کھوج لگانے والے جتنے بھی علوم ہیں، ان میں سے خواہ کوئی علم لے لو، اس کی تحقیق میں تم جس قدر آگے بڑھتے جاؤگے، لا اِلٰہ اِلّا اللہ کی صداقت تم پر زیادہ کھلتی جائے گی اور اس پر تمہارا یقین بڑھتا جائے گا۔''

اُمّتِ مسلمہ کے یہ جوان اللہ کی حقیقت اور اس کی گہرائی سے واقف ہی نہیں۔اس لیے آج بیشتر نوجوان پیروں فقیروں کی در کی ٹھوکریں کھاتے ہیں۔روحانی بابا

1-المنذری، عبدالعظیم بن عبدالقوی، الترغیب والترہیب، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1417ھ، ج4، ص203

2-سورۃ لقمان، آیت نمبر:13۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.1 (2025)

اور ماہرِ نجوم کی پیروی کرتے ہیں۔ جادو منتر، عملیات اور ایسے دیگر ہتھکنڈوں کے ذریعے اپنے مسائل کے حل کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ مگر در حقیقت وہ اس کے باوجود فلاح حاصل نہیں کر رہے، کیونکہ اس کا سبب اللہ اس کی ذات وصفات اور یکتائی پر ان کے ایمان کی کمزوری ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس کمزوری کا بیان اس طرح ارشاد فرمایا ہے:

"وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِـهَةً لَّعَلَّهُـمْ يُنْصَرُوْنَo لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُـمْ وَهُـمْ لَـهُـمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ"[1]

"اور اُنھوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لیے ہیں، کہ شاید (اُن سے) اُسکو مدد پہنچے، (مگر) وہ ان کی مدد کی طاقت ہرگز نہیں رکھتے، اور وہ ان کی فوج ہو کر ظاہر کئے جائیں گے۔"

مسلمان نوجوان عقیدہ توحید کو اپنے اندر راسخ اور جذب کر لیں اور قدم قدم پر اللہ کی نصرت وحمایت کے طلب گار بن کر اس کا عملی ثبوت دیں۔

اللہ کی ذات باریک بین اور خبیر ہے:

اُمّتِ مسلمہ کے نوجوان طبقے کے علم میں ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہر عمل سے واقف ہے۔ لہٰذا نوجوان کسی بھی حال میں اچھا یا برا عمل کرے، وہ اللہ تعالیٰ کے علم سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ حضرت لقمان نے دوسری نصیحت میں فرمایا:

"يَا بُنَيَّ اِنَّـهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِىْ صَخْرَةٍ اَوْ فِى السَّمَاوَاتِ اَوْ فِى الْاَرْضِ يَاْتِ بِـهَا اللّٰـهُ ۚ اِنَّ اللّٰـهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ"[2]

"اے میرے پیارے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو، پھر وہ بھی خواہ کسی چٹان میں ہو یا آسمان میں ہو یا زمین میں ہو اسے اللہ تعالیٰ ضرور لائے گا، اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین اور خبیر ہے۔"

دل میں پیدا ہونے والے خیالات، نگاہوں کی حرکت، اعمال، حقائق، حال اور مستقبل تمام چیزوں کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہی ہے۔ مخلوقِ الٰہی اپنے ارد گرد چند چیزوں کے احوال سے ہی باخبر ہو سکتی ہے، مگر خداے بزرگ و برتر کے اختیارات کی وسعت اور بڑائی روئے زمین کی تمام مخلوق اور کائنات کے ذرّے ذرّے پر محیط ہے۔ حتیٰ کہ پتھر میں پایا جانے والا کیڑا بھی اس کے علم سے اوجھل نہیں۔

مغربی دنیا کے زیرِ اثر حالات نے جس قدر تیزی سے کروٹ بدلی، اس سے نوجوانوں کے ظاہر و باطن بری طرح متاثر ہوئے، اور یوں ان کی ذہنی، تعلیمی، فکری، اور اصلاحی کارکردگی مفلوج ہو کر رہ گئی۔ اب یہ وقت مثبت رجحانات کی تعمیر اور مفید رویوں کی تشکیل کا ہے تاکہ اُمت مسلمہ کے یہ نوجوان عملِ خیر کے راستے کی طرف گامزن ہوں جب انسان نیکی یا بدی کے لیے سفر کرتا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا ہے تو قدموں کے نشانات بھی لکھے جاتے ہیں جیسے کہ عہدِ رسالت میں مسجد نبوی کے قریب کچھ جگہ خالی تھی تو بنو سلمہ نے ادھر منتقل ہونے کا ارادہ کیا جب نبی ﷺ کے علم میں یہ بات آئی تو آپ نے انھیں مسجد کے قریب منتقل ہونے سے روک دیا۔

سورۂ یٰسین میں اس کو اس طرح سے بیان فرمایا:

"اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُـمْ ۚ وَكُلَّ شَىْءٍ اَحْصَيْنَاهُ فِىٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ"[3]

"بے شک ہم ہی مردوں کو زندہ کریں گے اور جو انہوں نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا اس کو لکھتے ہیں، اور ہم نے ہر چیز کو کتاب واضح (لوح محفوظ) میں محفوظ کر رکھا ہے۔"

اب یہ انسان پر منحصر ہے کہ وہ اپنے اعمالوں کے دفاتر میں کیا درج کر رہا ہے۔

نماز قائم کرنا:

نماز ایک نوجوان کی زندگی کو صحیح راہ پر ڈالنے کے لیے بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ اس لیے اس کو بچپن سے ہی نماز کا خوگر بنانا چاہیئے۔ کیونکہ نماز بندے کے اسلام اور کفر کے درمیان فرق کرنے والی چیز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت لقمان نے اپنے پیارے بیٹے کو اقامتِ صلوٰۃ کی تلقین کی:

---

1 یس:75

2 القمان:16

3 یس:12

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.1 (2025)

''يٰبُنَيَّ أَقِمِ الصَّلٰوةَ''[1]

''اے میرے پیارے بیٹے! نماز قائم کرو۔''

توحید کے اقرار کے بعد عبادت کا درجہ آتا ہے۔ نماز دینِ اسلام کا دوسرا رکن ہے اور قرآنِ کریم میں متعدد مقامات پر نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نماز نہ صرف فرائض کا حصہ ہے بلکہ موجودہ حالات میں بھٹکے ہوئے نوجوانوں کے مسائل، تناؤ، ڈپریشن، شدت پسندی، غم وغصہ اور اشتعال انگیزی سے نجات کا حل بھی ہے کیونکہ اس میں سکون ہے، جس کی آج کی نوجوان نسل کو بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سکون کا ماخذ اپنی ذات کو قرار دیا ہے۔ اس لیے فرمایا:

''وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِى''[2]

''یعنی میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔''

نوجوانی کے قیمتی دور میں وقت سے بڑی کوئی دولت نہیں۔ نوجوانی کی نماز قربتِ الٰہی کا ذریعہ اور وقت کی پابندی پیدا کرتی ہے۔ جدید دور کی اکثریت نماز جیسی اہم عبادات اور فرض سے کنارہ کش ہے، اسی لیے ان کی زندگی منظم نہیں۔

نوجوانوں میں چونکہ شدتِ جذبات کی وجہ سے زیادہ جلد برائیوں میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ نماز نوجوان مسلمان کو غیر اخلاقی سرگرمیوں اور بے راہ روی سے باز رکھتی ہے جیسے کہ قرآن میں اللہ کا فرمان ہے:

''وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ''[3]

''نماز قائم کرو، کیونکہ یہ بے حیائی اور برے کام سے روکتی ہے۔''

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ:

بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اہل عزیمت کا کام ہے۔ وہی معاشرے ترقی کی منازل طے کرتے ہیں جن میں برائی اور بھلائی میں تفریق قائم رہے۔ حضرت لقمان کے نصائح میں اگلی نصیحت یہ تھی:

''وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ''[4]

''اور بھلائی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو۔''

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ جہاں معاشرتی اصلاح کرتا ہے، وہاں انسان میں خود بھی بیداری کا احساس اُجاگر رکھتا ہے۔ مگر آج کے مسلمان نوجوان طبقے نے اس حکم کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ بلکہ مغربی ذہنیت کے زیرِ اثر اس امر کو Interference (دخل در معقولات) سمجھ لیا گیا ہے۔ Interference کی آڑ میں نوجوان اپنے اوپر لاگو فرائض سے بھی دستبردار ہو رہے ہیں۔

مصائب پر صبر:

ایک نوجوان کو دین ودنیا کے اُمور کی انجام دہی کے وقت مصیبتوں اور پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اس لیے اقامتِ صلاۃ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فوراً بعد حضرت لقمان اپنی نوجوان بیٹے کو صبر کی تلقین کرتے ہیں:

''وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ''[5]

''اور جو مصیبت تم پر آجائے صبر کرنا، بے شک یہ عزیمت کے کاموں میں سے ہے۔''

صبر مومن کا ہتھیار ہے۔ نوجوانی کی دہلیز کو چھوتے ہی ایک نوجوان کو اپنی زندگی کے اَن گنت مسائل ومشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ دراصل صبر آزمائش کی ایک

---

1 لقمان:17

2 طٰہٰ:14

3 العنکبوت:45

4 لقمان:17

5 القمان:17

کڑی ہے، کبھی اللہ تعالیٰ انسان کو آزمانے کے لیے اور کبھی راہِ راست پر لانے کے لیے اسے امتحان میں مبتلا کرتا ہے، وہ وقت انسان کے صبر کا ہوتا ہے۔ صبر انسان کے لیے ہر حال میں اُمید کا چراغ ہے۔ قرآنِ مجید کی سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَوٰةِ"[1]

"تم مدد مانگو، صبر اور نماز کے ساتھ۔"

یعنی ثابت قدمی اور صبر بذاتِ خود بہت بڑی مدد ہے، اور اللہ سے رجوع کرنے پر اللہ کی مدد اس معاملے میں شامل حال ہو جاتی ہے۔ اس طرح انسان تباہی سے بچ جاتا ہے۔ نوجوانی شدتِ جذبات کا نام ہے اور جذبات سے مغلوب یہ نوجوان اکثر بے صبری کا مظاہرہ زیادہ کرتے ہیں۔ شرعی حدود سے تجاوز، پیسہ کمانے کے شارٹ کٹ راستے، فراڈ، ڈکیتیاں اور تعلیمی میدان میں ناجائز ذرائع کا استعمال، یہ درحقیقت بے صبری کی ایک عملی قسم ہے۔ اُمتِ مسلمہ کو پارہ پارہ کرنے میں ایک بڑی وجہ عدمِ برداشت ہے۔ نفرت، عداوت، انتقام، لالچ، حسد جیسی برائیوں نے اِن نوجوانوں کو بگاڑ رکھا ہے، کہ وہ صبر جیسی عزیمت کو بزدلی اور کم ہمتی گردانتے ہیں۔ حالانکہ صبر بہادری ہے، اس لیے صبر کی تلقین کے ساتھ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے یہ بھی فرمایا کہ یہ بڑے اونچے کاموں میں سے ہے۔ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ"[2]

"اور جو صبر کرے، اور قصور معاف کر دے تو یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔"

کبر و غرور سے اجتناب:

"وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ"[3]

"اور لوگوں کے سامنے اپنی گال نہ پھلا، اور زمین پر اترا کر نہ چل، کسی تکبر کرنے والے اور شیخی بگھارنے والے کو اللہ پسند نہیں فرماتا۔"

انسان جب غرور کا لبادہ اوڑھ لے، تو تکبر سے اُس کی گردن اکڑ جاتی ہے، اس کی چال میں بناوٹ پیدا ہو جاتی ہے، اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ ترش رویہ اختیار کر لیتا ہے۔ یہ عموماً ہمارے نوجوانوں میں زیادہ ہے اور معاشرے میں پھیلے طبقاتی نظام نے اس کو مزید ہوا دی ہے۔ یوں امیر اور غریب، سرمایہ دار اور مزدور میں ایک طویل خلیج حائل ہو گئی ہے۔ اس کا براہِ راست اثر نئی نسل پر ہو رہا ہے۔ عیاشیوں کے نام پر لٹائی جانے والی دولت، فیشن، نمائش اور خاص طور پر اپنی کمیونٹی میں شہرت اور چرچا کروانے میں نوجوان اپنا وقت برباد کرتے ہیں۔

اس کشمکش کے سبب عاجزانہ رویوں کو چھوڑ کر تکبر جیسی اخلاقی برائیوں میں مبتلا ہیں۔ زندگی سے متعلق بنیادی نصیحتوں کے بعد حضرت لقمان نے اپنے فرزند کو غرور سے اجتناب برتنے کی تلقین کی نیز یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو پسند نہیں فرماتا۔ قرآنِ مجید میں اللہ کا فرمان ہے:

"إِنِّي وَجَدتُّ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِن كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ"[4]

"بے شک وہ (اللہ تعالیٰ) تکبر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔"

عارضی آسائشوں کو ذاتی جاگیر تسلیم کر کے آج کا نوجوان اپنے بے جا تکبر کے سبب اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا جا رہا ہے اور یوں اپنی مقاصدِ حیات سے بے پرواہ ہے۔ حضرت لقمان کی اس اخلاقی نصیحت کی دورِ جدید کے مسلمانوں کو بے حد ضرورت ہے۔ نوجوانوں میں محبت، اتحاد، اخوت کی کمی کی بنیادی وجہ یہ اخلاقی گراوٹ ہے۔ اسلام تمام مسلمانوں کو برابری کا درس دیتا ہے، جبکہ تکبر کے نتیجے میں امتیاز کے درجے قائم ہوتے ہیں۔ اللہ کے عاجز بندے نرم رویہ اختیار کرتے ہیں۔ وہ شائستہ اور مؤدب انداز اپناتے ہیں۔

---

1 البقرہ:153

2 الشوریٰ:43

3 القمان:18

4 ۔النمل:13

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.1 (2025)

رفتار وآواز میں اعتدال:

مال ودولت، جاہ ومنصب اور طاقت کی وجہ سے بعض دفعہ انسان کو کبر و غرور کا روگ لگ جاتا ہے جس کا اظہار اُس کی چال اور آواز کے بدل جانے کی صورت میں نکلتا ہے۔ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنی آخری نصیحت میں چال اور آواز میں میانہ روی کی تلقین فرمائی:

"وَاقصِد فی مَشیِكَ وَاغضُض مِن صَوتِكَ إِنَّ أَنكَرَ الأَصوٰتِ لَصَوتُ الحَميرِ"[1]

"اور اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز پست کر، یقیناً آوازوں میں سب سے بدتر آواز گدھے کی آواز ہے۔"

رفتار اور آواز کے آداب سے مرصع ہونے کے بعد ہی انسان بے ادبی اور بداخلاقی کی لعنت سے دور رہ سکتا ہے کیونکہ یہ سب حیوانی صفات ہیں جو انسان کو انسانیت سے گرا دیتی ہیں۔ بدقسمتی سے یہ اخلاقی برائی بھی نوجوانوں میں کثرت سے پائی جاتی ہے۔ ہمارے نوجوان عجلت کا شکار ہے۔ اپنی وضع قطع، چال ڈھال میں کافروں کی روش اختیار کیے ہوئے ہیں جس کے باعث نہ تو اخلاقی صفات سے مزّین ہیں اور نہ منظّم۔ اس لیے نہ صرف نوجوانِ دین کو اپنی رفتار میں اعتدال برتنا چاہیئے بلکہ آواز میں بے اخلاقی کا مظاہرہ نہیں کرنا ہے۔ وہی قوم یا گروہ منظم مانا جاتا ہے جو اعلیٰ اخلاقی اقدار کے حامل ہوں۔

یہ تھے وہ سات نصائح جو قرآنِ کریم نے حضرت لقمان کی زبانی بیان کیے ہیں۔ چنانچہ ایک نوجوان جب راہِ راست اختیار کرے تو اس کے لیے بنیادی امر عقائد و نظریات کی پختگی ہونا چاہیئے۔

نتیجہ بحث:

حضرت لقمان کی نصیحتیں آج کے دور میں بھی ایک عملی رہنمائی فراہم کرتی ہیں: توحید کے فلسفے کی یاد دہانی ہمیں جدید دور میں انسانی رشتے اور دنیاوی معاملات میں خدا کو اولین ترجیح دینے کی ضرورت بتاتی ہے۔ والدین کی خدمت آج کے تیز رفتار زندگی میں بھی خاندان اور سماجی تعلقات کو مضبوط بنانے کا ذریعہ ہے۔ نیکی اور برائی کا شعور ہمیں آج کے معاشرتی، سوشل میڈیا اور ورچوئل دنیا میں ذمہ داری اور اخلاقی بیداری کی ترغیب دیتا ہے۔ نماز اور عبادت سے ہم اپنی روحانی اور ذہنی سکون حاصل کر سکتے ہیں، جو آج کی مادیت پرستی میں گم ہو چکا ہے۔ صبر ہمیں مشکلات اور چیلنجز سے نمٹنے میں مدد دیتا ہے، خاص کر جب کہ ذہنی دباؤ اور اضطراب کے مسائل بڑھ رہے ہیں۔ اخلاق اور عاجزی ہمیں تکبر اور نفرت کی فضا سے بچا کر انسانیت اور بھائی چارے کی طرف لے جاتے ہیں۔ میانہ روی کی نصیحت ہمیں اسراف اور افراط و تفریط سے بچا کر متوازن اور پائیدار زندگی گزارنے کا سبق دیتی ہے۔ حضرت لقمان کی نصیحتیں آج کے دور میں افراد اور معاشروں کی اصلاح کے لیے بہترین اصول فراہم کرتی ہیں۔ جب کہ جدید معاشرہ اخلاقی، سماجی اور روحانی بحرانوں کا سامنا کر رہا ہے، یہ نصیحتیں ہمیں یاد دلاتی ہیں کہ زندگی کا حقیقی مقصد کیا ہے، اور کس طرح ہم اپنی زندگی میں مثبت تبدیلی لا سکتے ہیں۔ ان نصیحتوں پر عمل کر کے نہ صرف اپنی زندگی کو بہتر بنایا جا سکتا ہے بلکہ معاشرے میں بھی مثبت تبدیلی لائی جا سکتی ہے۔

کتابیات:

1. القرآن الکریم
2. امین احسن اصلاحی، مولانا، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، 2009ء
3. ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار المعارف، القاہرہ، 1290ھ
4. النووی، یحییٰ بن شرف، النووی علی صحیح مسلم، بیت الافکار دولیہ، ج2، س ن
5. جرجانی، علی بن محمد، التعریفات، دار الدیان اللتراث، س ن
6. اسرار احمد، (ڈاکٹر) بیان القرآن، انجمن خدام القرآن، پاکستان، 2008ء
7. مودودی، سید ابوالاعلیٰ، مولانا، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، س ن

1- القمان: 19

8. المعجم الاوسط، ریاض، مطبوعہ مکتبہ المعارف، 1416ھ
9. المنذری، عبدالعظیم بن عبدالقوی، الترتیب والترہیب، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1417ھ
10. امام مسلم، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام، س ن
11. سعیدی، غلام رسول، تبیان الفرقان، مکتبہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 2015ء

Bibliography

1. Al-Qur’an al-Kareem
2. Islahi, Amin Ahsan. *Tadabbur-e-Qur’an*. Faran Foundation, Lahore, 2009.
3. Ibn Manzur, Muhammad bin Mukarram. *Lisan al-Arab*. Dar al-Ma’arif, Cairo, 1290 AH.
4. Al-Nawawi, Yahya bin Sharaf. *Al-Nawawi ‘ala Sahih Muslim*. Bayt al-Fakar al-Duwaliyah, Vol. 2, n.d.
5. Jurjani, Ali bin Muhammad. *Al-Ta‘rifat*. Dar al-Diyan al-Lil-Turath, n.d.
6. Asrar Ahmad, Dr. *Bayan al-Qur’an*. Anjuman Khuddam al-Qur’an, Pakistan, 2008.
7. Maududi, Syed Abul A‘la, Maulana. *Tafhim al-Qur’an*. Idara Tarjuman al-Qur’an, Lahore, n.d.
8. *Al-Mu‘jam al-Awsat*. Riyadh: Maktabah al-Ma‘arif, 1416 AH.
9. Al-Mundhiri, Abdul Azim bin Abdul Qawi. *Al-Targhib wa al-Tarhib*. Dar al-Kutub al-‘Ilmiyyah, Beirut, 1417 AH.
10. Muslim, Imam Muslim bin Hajjaj. *Al-Jami‘ al-Sahih*, Chapter: The Right of a Muslim Upon Another Muslim to Return Greetings, n.d.
11. Saeedi, Ghulam Rasool. *Tafsir Tibyan al-Furqan*. Maktabah Zia al-Qur’an Publications, Lahore, 2015.